سیرتِ نبوی ﷺ

ڈاکٹر حافظ محمود اختر☆

(قسط نمبر۲)

مالی بدعنوانیوں کا اِنسداد، سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز کھڑے ہوئے تاکہ ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپؐ نے غنیمت کے مال میں چوری کرنے کو بڑا گناہ قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

''میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ آئے اور اس کی گردن پر ایک اونٹ بلبلا رہا ہو اور کہتا ہو کہ یارسول اللہ ﷺ! میری مدد فرمائیں اور میں اسے کہوں کہ مجھے کچھ اختیار نہیں ہے...... (پھر فرمایا) کہ میں تم میں سے نہ پاؤں قیامت کے دن کہ وہ میرے پاس آئے، اپنی گردن پر ایک گھوڑا لادے ہوئے ہو جو ہنہنا رہا ہو اور کہے یارسول اللہ ﷺ میری مدد کیجئے! میں کہوں کہ مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں تو تجھے بتا چکا تھا کہ چوری کی بہت بڑی سزا ہے۔ پھر تو نے کاہے کو چوری کی۔ (پھر آپؐ نے فرمایا کہ) میں نہ پاؤں تم میں سے کسی کو کہ قیامت کے روز میرے پاس آئے اور اپنی گردن پر ایک بکری اٹھائے ہوئے ہو جو ممیا رہی ہو اور کہے کہ یارسول اللہ ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہوں کہ مجھے کوئی اختیار نہیں (کہ تجھے اس جرم کی سزا سے بچا سکوں) میں نے تو تجھے چوری کی سزا کے بارے میں اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن کسی کو نہ پاؤں کہ وہ کسی جان کو اُٹھائے ہوئے ہو جو چلا رہی ہو (کہ اس نے اس جان کو تلف کیا تھا) پھر کہے کہ یارسول اللہ ﷺ! میری مدد کیجئے۔ میں کہوں کہ مجھے تجھے چھڑانے کا اختیار نہیں ہے میں تو تجھے اللہ کا حکم پہنچا چکا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں قیامت کے روز کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اپنی گردن پر کپڑوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو جو اس نے اوڑھے ہوں (اور جنہیں اس نے چرایا تھا) یا کاغذ کے چند ٹکڑے اٹھائے ہوئے آئے جن پر وہ حقوق لکھے ہوں جو اس کے ذمہ تھے یا اور چیزیں جو ہل رہی ہوں جنہیں اس نے دنیا میں چرایا تھا۔ پھر مجھے کہے کہ یارسول اللہ ﷺ! میری مدد کیجئے اور میں اسے کہہ دوں کہ میں تو اس سلسلے میں تمہیں اللہ کا حکم پہنچا چکا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں میرے پاس آئے کہ اپنی گردن پر سونا چاندی وغیرہ کا بوجھ اٹھائے ہو اور کہے کہ یارسول اللہ ﷺ میری مدد کیجئے اور میں کہہ دوں کہ میں کوئی اختیار نہیں رکھتا، میں تو تمہیں اللہ کا حکم پہنچا چکا تھا۔(۷۱)

سنن ابوداود میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم خیبر کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

غنیمت میں سونا اور چاندی حاصل نہیں ہوا بلکہ کپڑے اور مال واسباب ملا۔ آپؐ جب وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کو ایک حبشی غلام 'مدعم' نامی ہدیہ میں دیا گیا۔ مدینہ واپس پہنچ کر یہ شخص آپؐ کے اونٹ کا پالان اتار رہا تھا کہ اچانک اسے ایک تیر لگا اور وہ مرگیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کے لئے جنت مبارک ہو۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، وہ کمبل جس کو اس نے خیبر کی لڑائی کے مالِ غنیمت میں چرایا تھا، آگ بن کر اس پر لپٹ کر جل رہا ہے۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص ایک یا دو تسمے آپؐ کے پاس لے کر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک یا دو تسمے آگ کے تھے۔"[۷۲]

غنیمت کا مال چرانا تو دور کی بات ہے، آپؐ نے تو اس بات سے بھی منع فرما دیا کہ غنیمت کے کسی جانور کو وقتی طور پر سواری کے لئے استعمال نہ کیا جائے، نہ ہی کوئی کپڑا پہنا جائے، سنن ابوداود میں فرمانِ نبویؐ ہے، فرمایا:

> من كان يؤمن بالله وباليوم الاخر فلا يركب دابة من فئ المسلمين حتىٰ إذا اعجفها ردّها فيه ومن كان يؤمن بالله وباليوم الاخر فلا يلبس ثوبا من فئ المسلمين حتىٰ إذا خلفه ردّه فيه[۷۳]
>
> "جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے مال میں سے کسی جانور پر سوار نہ ہو کہ اسے دبلا پتلا کر کے غنیمت میں واپس لوٹا دے اور جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر یقین رکھتا ہو تو مسلمانوں کے مال میں سے کوئی کپڑا نہ پہنے حتیٰ کہ کپڑے کو پرانا کر دے اور غنیمت کے مال میں واپس کر دے۔"

اس حدیثِ مبارکہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ اگر سواری کے جانور کے دبلے پتلے ہوجانے اور پہننے کے کپڑے کے پرانا ہوجانے کا خدشہ نہ ہو تو اس جانور اور کپڑے کو استعمال کرنا جائز ہے۔ بلکہ فرمایا یہ گیا ہے کہ سواری کرنے کا مطلب یہی ہے کہ جانور کمزور ہوجاتا ہے اور کپڑے پہننے سے پرانے ہوجاتے ہیں لہٰذا نہ جانور استعمال کرو، نہ کپڑا پہنو۔

نبی کریم ﷺ کے متعدد فرامین اس سلسلے میں بھی منقول ہیں کہ آپؐ نے ایسے شخص کے لئے جنت کی بشارت سنائی ہے جو کسی منصب پر فائز کیا گیا اور اس نے کسی مالی بددیانتی کا ارتکاب نہیں کیا۔ ترمذی شریف میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "جو شخص فوت ہوا اور وہ تین باتوں سے پاک ہے تو وہ شخص جنت میں داخل ہوا۔ یہ تین باتیں تکبر، مالی بددیانتی (غلول) اور قرض ہیں۔"[۷۳a] ان تین باتوں میں آخری دو کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے اور حقوق العباد میں مداخلت کرنے والے کے لئے ویسے بھی حکم یہ ہے کہ صرف

متاثرہ شخص کے معاف کرنے سے ہی معاف ہوتے ہیں اور جب تک وہ معاف نہ کرے، کوئی شخص خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو، جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ گویا مالِ غنیمت میں بددیانتی کرنے والے کے لئے دونوں طرح سے وعید سنائی گئی ہے کہ وہ جہنم کا مستحق بھی ٹھہرایا گیا اور جنت سے بھی محروم قرار دیا گیا۔ عبداللہ بن مغیرہ سے روایت ہے:

> أن رسول اللهﷺ أتى الناس فى قبائلهم يدعونهم وأنه ترك قبيلة من القبائل قال وإن القبيلة وجدوا فى بردعة رجل منهم عقد جزع غلولا فأتاهم رسول الله ﷺ فكبر عليهم كما يكبر على الميت (۷۴)
>
> ''نبی کریم ﷺ لوگوں کی جماعتوں کے سامنے تشریف لائے تو سب جماعتوں کے لئے آپؐ نے دعا فرمائی مگر ایک جماعت کے لئے دعا نہیں فرمائی۔ کیونکہ اس جماعت میں ایک شخص ایسا تھا جس کے پاس سے ایک کنٹھا نکلا تھا۔ جب آپؐ اس جماعت کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے اس طرح تکبیر کہی جیسے جنازے پر کہتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے لوگوں پر واضح فرما دیا کہ غنیمت کے مال میں بددیانتی بہت بڑا جرم ہے۔ یہ مالی بدعنوانی بھی ہے، چوری بھی۔ یہ اخلاقی جرم بھی ہے اور قومی جرم بھی۔ یہ دھوکہ دہی بھی ہے اور حقوق العباد اور حقوق اللہ میں مداخلت بھی۔ اخلاقی اعتبار سے بھی اس جرم کے بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ''جو قوم غنیمت کے مال میں بددیانتی کرتی ہے، ان کے دلوں میں بزدلی پیدا ہوجاتی ہے''۔ طبرانی میں اس روایت کا رفع رسول اللہ تک موجود ہے۔ (۷۵)

حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے، رسول اللہﷺ فرماتے تھے: ''جو شخص غنیمت میں خیانت کرنے والے کی خیانت کو چھپائے۔ یعنی امام کے سامنے ظاہر نہ کرے کہ فلاں شخص نے خیانت کی ہے تو وہ بھی خیانت کرنے والے جیسا ہے'' یعنی گناہ میں برابر کا شریک ہے۔ (۷۶)

نبی کریم ﷺ نے مالی بدعنوانیوں کے تمام راستے مسدود کردیئے۔ آپؐ نے حکمران کو منع فرما دیا ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ تجارت نہ کرے۔ فرمایا:

> من أخون الخيانة تجارة الوالى فى رعيته (۷۷)
>
> ''بدترین خیانت یہ ہے کہ والی اپنی رعایت کے ساتھ تجارت کرے۔''

اس کا سبب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے والی اپنے منصب کے بل بوتے پر لوگوں کو متاثر کرے اور ناجائز مراعات حاصل کرے۔

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کی سزا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم دیکھو کہ کسی نے مالِ غنیمت کے مال میں سے چوری کی ہے تو اس کا سامان جلا ڈالو اور اسے مارو'' راوی نے بتایا کہ اس شخص کے سامان میں ایک مصحف (قرآن مجید کا نسخہ) بھی تھا...... یہ مصحف بیچ ڈالا گیا اور اس کا ہدیہ اللہ کی راہ میں کسی کو دے دیا گیا۔(۷۸)

ابوداود میں اس سلسلے میں مزید روایات بھی ہیں۔ ایک روایت میں راوی کا بیان ہے کہ ہم نے ولید بن ہشام بن عبدالملک بن مروان کے ساتھ جہاد کیا اور ہمارے ساتھ سالم بن عبداللہ بن عمر اور عمر بن عبدالعزیز بھی تھے۔ ایک شخص نے مالِ غنیمت میں سے چوری کی۔ ولید نے حکم دیا کہ اس کا سامان جلا ڈالا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر اس شخص کو لوگوں میں پھرایا گیا اور مالِ غنیمت میں سے اس کا اپنا حصہ بھی نہ دیا گیا۔ ابوداود لکھتے ہیں کہ یہ روایت بہت صحیح ہے اور اسے بہت سے اور لوگوں نے بھی روایت کیا ہے۔ اسی جگہ ابوداود میں یہ روایت بھی ہے کہ ولید نے زیاد بن سعد کا سامان بھی جلا ڈالا۔ کیونکہ اس نے بھی مالِ غنیمت میں سے چوری کی تھی۔ اسی جگہ ایک اور سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے غنیمت میں خیانت کرنے والے کا سامان جلا ڈالا۔ اسے مارا گیا اور اسے غنیمت میں سے اس کا حصہ بھی نہ دیا گیا۔(۷۹)

اس روایت کے بارے میں امام علیؒ بن مدینی اور امام بخاریؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت سالم کا اپنا فتویٰ ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے ساتھیوں، اسی طرح حضرت حسنؒ اور حضرت علیؓ کا یہی نقطہ نگاہ ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اسے کچھ سزا بھی دی جائے اور مالِ غنیمت میں سے اس کا حصہ بھی اسے نہ دیا جائے۔(۸۰)

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور ائمہ کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ اس کا سامان جلایا نہ جائے، صرف اس کے جرم کے مطابق اسے تعزیر کے طور پر سزا دی جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خائن کے جنازے میں شرکت نہیں فرمائی لیکن اس کا سامان جلایا نہیں۔(۸۱) خود ابوداود نے بھی باب قائم کیا ہے کہ جب کوئی غنیمت میں سے حقیر سی چیز چرائے تو مال جلایا نہ جائے۔(۸۲)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ غلول یعنی غنیمت کے مال میں سے چوری کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ اگر چرایا ہے تو اسے واپس کردے۔ اگر لشکر بکھر جائے اور یہ مال حقداروں میں تقسیم کرنا ممکن نہ ہو تو اس میں علما کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مال امام کے

سپرد کر دیا جائے، اس میں علما کا ایک گروہ ان کا ہم نوا ہے۔ البتہ حضرت ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، معاویہؓ اور حسنؒ، زہریؒ، اوزاعیؒ، مالکؒ، ثوریؒ، لیث بن سعدؒ اور امام احمدؒ اور جمہور علما کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ اس کا پانچواں حصہ (خمس) امام کو ادا کر دیا جائے اور باقی کا صدقہ کر دیا جائے۔ چرانے والے کو امام جس طرح کی سزا چاہے دے لے، لیکن اس کا مال و اسباب اور گھر جلایا نہ جائے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا یہی نقطہ نگاہ ہے۔ مکحولؒ، حسنؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک اس کا گھر اور اسباب سب جلا دیا جائے گا۔ صرف ہتھیار اور جو کپڑے اس نے پہنے ہوں، وہ نہیں جلائے جائیں گے۔[۸۳]

مالِ غنیمت میں سے جو شخص کوئی چیز چراتا ہے اسے 'غال' (خائن) اور اس فعل کو 'غلول' (خیانت) کہا جاتا ہے۔ غال کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اس کا جنازہ نبی کریم ﷺ نے نہیں پڑھا۔ زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ خیبر کے دن ایک جہنی شخص فوت ہوا۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے اس شخص کی وفات کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "صلوا علی صاحبكم" (یعنی اپنے ساتھی کا جنازہ 'تم خود ہی' پڑھو) آپؐ کی بات سن کر لوگوں کے چہرے متغیر ہوگئے۔ یہ دیکھتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: "إن صاحبكم غلّ من الغنيمة" (تمہارے ساتھی نے غنیمت کے مال میں سے کوئی چیز چرائی تھی)[۸۴]

امام احمدؒ نے اس سے یہ اخذ کیا ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ تم جنازہ پڑھ لو اور خود نہیں پڑھا، کہ امام کے لئے مناسب نہیں کہ وہ 'غال' کی نمازِ جنازہ پڑھے۔ اس کے علاوہ باقی تمام لوگ جنازہ پڑھیں گے۔[۸۵] یہ درحقیقت بددیانتی کے جرم کی شدت کے اظہار کی ایک صورت ہے۔

زکوٰۃ جمع کرنے والے کا ظالمانہ رویہ

مالیاتی شعبے میں ایک اور شعبہ جس میں عام طور پر خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور جو حکمرانوں اور عوام کے درمیان فاصلے بڑھا دیتی ہیں وہ مال جمع کرنے والوں کا عوام کے ساتھ ظالمانہ رویہ ہے۔ یہ لوگوں سے محصول اور زکوٰۃ کے نام پر مقررہ شرح سے زائد وصول کرتے ہیں۔ ایسا کرنے والے شخص کو صاحب مکس کہا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو متعینہ شرح سے زیادہ از راہِ زیادتی وصول کرتا ہے۔[۸۵ الف] ان لوگوں کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ ٹیکس وصول کرتے وقت اپنی ذاتی جیب کے لئے لوگوں سے زیادہ رقم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جو ٹیکس دہندہ ان کا مطالبہ پورا کر دیتا ہے، اسے کسی نہ کسی طرح چھوٹ اور رعایت مل جاتی ہے اور جو ایسا نہیں کر پاتے، ان کے لئے مشکلات پیدا کی جاتی ہیں۔ آج کے دور میں ان لوگوں کے طرزِ عمل کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو سخت ترین الفاظ میں متنبہ فرمایا کیونکہ یہ اپنے منصب سے ناجائز فائدہ بھی اٹھاتے ہیں اور ملکی خزانے کی آمدنی پر بھی اثر انداز ہوتے

ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا يدخل الجنة صاحب مكس" (۸۶) (صاحبِ مکس جنت میں داخل نہیں ہوگا)

آپؐ نے فرمایا: "إن صاحب المكس في النار" (۸۷) (صاحبِ مکس آگ میں ڈالا جائے گا)

عثمان بن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام اپنے اہل وعیال کے ساتھ رات کے ایک حصے میں جاگتے اور عبادت کیا کرتے تھے...... کیونکہ رات میں ایک ایسا لمحہ ہوتا ہے جس میں جو دعا بھی کی جائے، (۸۸) قبول ہوتی ہے۔ سوائے جادو کرنے والے اور ٹیکس وصول کرنے والے کے۔''

اس موضوع کی دیگر بھی کئی روایات موجود ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک پکارنے والا (فرشتہ) پکارتا ہے کہ ہے کوئی سائل کہ اس کی دعا کے مطابق اسے عطا کیا جائے۔ ہے کوئی تکلیف میں مبتلا کہ اس کو تکلیف سے نجات دی جائے۔ اس طرح کوئی ایسا مسلمان نہیں بچتا کہ اس کی دعا کو قبولیت حاصل نہ ہو۔ سوائے زانیہ عورت یا زیادتی سے محاصل وصول کرنے والے شخص کے کہ ان کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ (۸۸a)

اس موضوع کی ایک روایت یوں ہے کہ آدھی رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے (مزید) قریب ہوجاتا ہے، ان کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ ان کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، سوائے زانیہ اور زیادتی سے ٹیکس وصول کرنے والے کے۔ (۸۹)

حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے اوپر ایسے حکمران اور عمال مقرر ہوں گے کہ ان کے اردگرد شریر لوگ جمع ہوجائیں گے۔ یہ لوگ نمازوں کو مؤخر کردیں گے۔ تم میں سے جو کوئی ان کے زمانے میں موجود ہو تو نہ ان کا عریف (لوگوں کے حالات حکومت تک پہنچانے والا) بنے، نہ ان کا صاحب الشرطہ (پولیس مین) بنے اور نہ ان کے محاصل وصول کرنے والے محصلین بنیں، نہ ان کے خازن''۔ (۹۰)

ان احادیث میں جن لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے وہ ایسے لوگ ہیں جو زکوٰۃ، عشر یا کوئی اور ٹیکس وصول کرتے وقت لوگوں کو ناجائز طور پر چھوٹ دینے کے لئے ان سے رشوت وصول کرتے ہیں اور جو لوگ رشوت نہیں دیتے، ان سے اصل سے زائد ٹیکس وصول کرتے ہیں یا کسی اور طریقے سے لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھی تلقین فرمائی ہے کہ وہ لوگوں سے ان کے بہترین مال وصول نہ کریں۔ لیکن یہ لوگ آپؐ کی اس تلقین کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ازراہِ ظلم ان کے بہترین مال وصول کرنے لگیں۔

نبی کریم ﷺ کی عریف کو تنبیہ

اسی طرح کا ایک منصب جس سے ناجائز طور پر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور جو لوگوں پر ظلم و زیادتی کا باعث بن جاتا ہے 'عریف' کہلاتا ہے۔ عریف ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو حاکم کی طرف سے رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ اور ضرورت کے وقت اپنی قوم کے مختلف افراد کا رویہ اور کردار رپورٹ کی صورت میں حاکم کے سامنے پیش کرتا ہے۔ زیادہ گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے رشوت وصول کریں گے اور رشوت لے کر لوگوں کی غلط سلط رپورٹیں حکمران تک پہنچائیں۔ اس لئے اس طبقے کے بارے میں بھی آپ نے بڑا تنبیہی انداز اختیار فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

"أفلحت يا قُدَيمُ إن مُتّ ولم تكن أميرًا ولا كاتبًا ولا عريفًا"[٩١] ''اے مقدام! تو نے نجات پائی، اگر تو اس حال میں فوت ہوا کہ تو نہ لوگوں کا امیر ہوا، نہ منشی اور نہ عریف۔''

ایک اور روایت جو ابوداود میں ہے کہ کسی نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ''اسے اس کے باپ کے بعد جو کہ اب بوڑھا ہو چکا ہے، ایک چشمے کا عریف بنا دیا جائے''۔ آپؐ نے فرمایا:

"إن العرافة حق ولا بد للناس من العرفاء ولكن العرفاء في النار"[٩٢]

''عرافت بے شک ایک ضروری منصب ہے، اس کے بغیر گزارا نہیں مگر اکثر عریف جہنم میں جائیں گے''

مسند بزاز میں اس سلسلے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن في النار حجرا يقال له ويل ليصعد عليه العرفاء وينزلون"[٩٣]

''جہنم میں ایک پتھر ہے جسے 'ویل' کہا جاتا ہے۔ عرفاء کو اس پر چڑھایا جائے گا اور پھر نیچے پھینکا جائے گا۔''

مسند ابویعلی میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک جنازے کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے فرمایا: اس جنازے والے کے لئے خوشخبری ہے بشرطیکہ یہ 'عریف' نہ ہو۔[٩٤]

رشوت اور اس کے بارے میں وعید

مالی بدعنوانیوں کی ایک شکل رشوت بھی ہے۔ رشوت کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ جس کام کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو، اس کا معاوضہ وصول کیا جائے۔ مثلاً ایک کام کسی شخص کے فرائض میں داخل ہو اور اسے اس کام کی انجام دہی پر سرکاری طور پر معاوضہ اور تنخواہ ملتی ہو، ایسا کام کرنے پر وہ صاحبِ ضرورت شخص سے کوئی معاوضہ وصول کرے۔[٩٥] قرآن مجید نے رشوت کے لئے سُحت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لفظ

سُحت کا معنی ہلاکت و بربادی ہے۔ رشوت نہ صرف لینے دینے والوں کو اخلاقی اور معاشی طور پر تباہ و برباد کرتی ہے بلکہ ملک وملت کی جڑ اور امن عامہ کی بنیادیں ہلا دیتی ہے۔ جس ملک میں رشوت کی لعنت چل پڑتی ہے وہاں قانون بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے، لوگ رشوت دے کر ہر کام کروا لیتے ہیں۔ حقدار کا حق مارا جاتا ہے اور غیر حقدار مالک بن بیٹھتے ہیں۔ قانون، جو کہ لوگوں کے حقوق کا ضامن ہوتا ہے بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔ قانون کی حاکمیت جس معاشرے میں کمزور پڑ جائے وہ معاشرہ زیادہ دیر چل نہیں سکتا، نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے نہ مال وعزت، قرآن مجید نے اسے سُحت کہہ کر 'اشد حرام' قرار دے دیا ہے۔ رشوت کے دروازے بند کرنے کے لئے اسلام نے یہ اصول دیا ہے کہ اُمراء و حکام کو تحفے دینا حرام ہے۔[96] اس سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلَاتَأْ كُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَاكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالاثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[97]

''آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ اور نہ مال کو حاکموں تک پہنچاؤ کہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے طریقے سے جانتے بوجھتے کھا جاؤ۔''

قرآن مجید نے یہود کے مذہبی اجارہ دار طبقے کی یہ خرابی بیان کی ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی پسند کے فتوے جاری کرکے ان سے رشوت کھاتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کا ذکر یوں فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾[98]

نبی کریم ﷺ کی پالیسی بظاہر بڑی سخت نظر آتی ہے لیکن مالیاتی معاملات میں نظم اسی صورت میں پیدا ہوسکتا ہے جب بدعنوانی کا سبب بننے والے ہر چھوٹے سے چھوٹے سوراخ کو بھی مکمل طور پر بند کیا جائے۔ چھوٹے سے چھوٹے سوراخوں سے جب پانی کو رسنے دیا جائے تو یہی سوراخ بڑے ہو کر بند کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بدعنوانیوں سے اگر درگزر کیا جائے تو یہی غلطیاں پورے معاشی ڈھانچے کو زمین بوس کر دیتی ہیں۔ آج کا دور اس کی واضح مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے، یہ لوگ (یہود) اسے چھپاتے ہیں اور اس کے ذریعے معمولی معاوضہ حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ یہودیوں کی اس خرابی کو قرآن مجید یوں بھی بیان کرتا ہے

﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾[99]

''یہ لوگ جھوٹ (افواہیں) بڑے شوق سے سنتے ہیں اور حرام خوری میں بڑے تیز ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لعن رسول اللهﷺ الراشي والمرتشي"[(۱۰۰)] (آپؐ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی)

آپؐ نے فرمایا: "كل لحم نبت بالسحت فالنار أولى به" (جس گوشت نے سُحت (حرام) سے پرورش پائی، آگ اس کے لئے زیادہ مناسب ہے) پوچھا گیا: سُحت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "الرشوة في الحكم" (فیصلے صادر کرنے میں رشوت وصول کرنا)[(۱۰۱)]

اسی طرح کی ایک حدیث مبارکہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔

ابن خویز منداد نے سُحت کی ایک شکل یہ بیان کی ہے کہ ایک شخص کا کسی صاحبِ اختیار شخص کے ساتھ کوئی کام اور حاجت ہو لیکن اس کی صاحبِ منصب شخص تک رسائی نہ ہو، جبکہ کسی دوسرے شخص کا اس صاحبِ منصب کے ساتھ تعلق موجود ہو اور وہ سائل کی رسائی متعلقہ افسر تک کروانے کے لئے کوئی فیس اور معاوضہ طلب کرے۔[(۱۰۲)]

سُحت اور رشوت کی ایک شکل یہ بھی روایات میں بیان کی گئی ہے کہ کسی صاحبِ منصب شخص کو کوئی چیز دی جائے تاکہ کسی کا حق مار کر خود حاصل کرلیا جائے۔ اگر کوئی شخص رشوت لے کر کسی کا کام حق کے مطابق کرتا ہے تو وہ شخص رشوت لینے کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور یہ مال اس کے لئے سُحت ہوگا۔ لیکن اگر رشوت لے کر حق کے خلاف فیصلہ کیا اور غیر حقدار کو حق دے دیا تو یہ جرم کئی گنا بڑھ جائے گا۔ اس میں رشوت، ظلم، حق تلفی اور اللہ تعالیٰ کی حد کو توڑنا بھی شامل ہوجاتا ہے۔[(۱۰۳)]

امام ابوحنیفہؒ کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رشوت وصول کرتا ہے تو وہ اسی وقت معزول کردیا جائے۔ اگر اسے معزول نہ کیا گیا تو اس فعل کے ارتکاب کے فوراً بعد سے اس کے تمام احکام غیر قانونی سمجھے جائیں گے۔[(۱۰۴)]

صاحبِ تفسیر امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ رشوت وصول کرنا فسق ہے اور کسی فاسق کے لئے فیصلہ کرنا جائز نہیں۔[(۱۰۵)] حدیث شریف میں رشوت کے لینے دینے میں واسطہ بننے والے کو بھی اتنا ہی مجرم قرار دیا گیا ہے جتنا رشوت لینے اور دینے والے کو۔[(۱۰۶)]

نبی کریم ﷺ نے ان قرآنی تعلیمات کو عملی شکل دی۔ آج کے دور میں مالی بدعنوانیوں کے انسداد کے لئے یہ واقعہ بڑا بنیادی راہنما ثابت ہوسکتا ہے کہ خیبر کے یہودیوں سے نبی کریم ﷺ نے اس شرط پر مصالحت فرمائی تھی کہ وہ اپنی آدھی زرعی آمدنی مسلمانوں کو ادا کیا کریں گے۔ آپؐ کی طرف سے حضرت

عبداللہ بن رواحہؓ کو محاصل وصول کرنے کے لئے متعین فرمایا گیا۔ ان لوگوں نے اپنی عورتوں کے زیورات بیچ کر رقم جمع کی اور صحابی رسول کو پیش کرنا چاہی کہ یہود کا حصہ بڑھا دیا جائے۔ عبداللہ بن رواحہؓ کا جواب نہ صرف یہود کے لئے بلکہ آج کے دور کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ آپؓ نے فرمایا: ''اے یہودیو! اللہ کی قسم تم اللہ کی مخلوق میں سے مبغوض ترین مخلوق ہو لیکن تمہاری یہ رشوت مجھے ظلم پر آمادہ نہیں کرسکتی، تمہاری یہ رشوت حرام ہے ہم مسلمان اسے نہیں کھاتے''۔ یہودیوں نے ان کی تقریر سن کر کہا کہ یہی وہ انصاف ہے جس سے آسمان وزمین قائم ہے۔ (۱۰۷)

بدعنوانی کی ایک شکل یہ ہے کہ حکمران لوگوں کو سرکاری خزانے سے رشوت کے طور پر مال دیں اور اس سے ان کا مقصد یہ ہو کہ سیاسی یا معاشی مقاصد حاصل کریں۔ اس طرح کی بدعنوانی کے انسداد کے لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''اے لوگو! اگر تمہیں کوئی چیز عطا کریں تو لے لیا کرو جب تک کہ وہ عطا ہی رہے یعنی (یہ عطیہ کسی خدمت اور استحقاق کے طور پر ہو اور اس کی شرعی بنیاد موجود ہو) پھر جب قریش اقتدار کی خاطر ایک دوسرے سے لڑیں اور عطائیں قرض کے بدلے میں ملیں تو ان عطیات کو چھوڑ دیں اور قبول نہ کرو'' (۱۰۸)

آپؐ نے فرمایا: ''جب قریش آپس میں حکومت کے لئے لڑنے لگیں اور رشوت کے طور پر لوگوں کو عطیات دیئے جائیں (اور یہ مستحق لوگوں کو نہ دیئے جاتے ہوں) تو یہ عطیات قبول نہ کرو۔ (۱۰۹) آج کے دور میں یہ دونوں طرح کی رشوت موجود ہے۔ سرکاری کارندے قومی خزانے کو اپنی ذاتی دولت سمجھ کر ناجائز طور پر لوگوں کو بھاری رقوم دیتے ہیں۔ آہستہ آہستہ عوام کی بہت بڑی تعداد اخلاقی طور پر دیوالیہ ہوتی جارہی ہے۔ رشوت نے لوگوں کی اخلاقی حس کو زنگ آلود کر کے ان کے ضمیر کو سلا دیا ہے۔ دوسری طرف عوام میں یہ خیال اب جڑ پکڑ چکا ہے کہ رشوت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا اور رشوت کے ذریعے ہر ناممکن کام ممکن ہو جاتا ہے۔

ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی حاکم یا امیر سے کسی کی سفارش کرے اور پھر اس حاکم کو ہدیہ بھیجے اور وہ اس ہدیہ کو قبول کرے تو اس کا یہ فعل ایسا ہے گویا کہ وہ سود کے بڑے دروازے میں داخل ہوگیا۔ (۱۱۰)

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں کہ اسلام کے معاشی نظام میں انتقالِ دولت کا جواز تین طریقوں سے جائز ہے۔ ان میں وراثت، ہبہ اور محنت وکسب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ عطیات بھی انتقالِ دولت کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن عطیات صرف وہی معتبر ہوتے ہیں جو کسی چیز یا مال کے حقیقی مالک نے شرعی حدود کے

اندر کسی کو ہبہ اور عطیہ دیا ہو۔ اگر عطیہ کسی حکومت کی جانب سے ہو تو وہ اسی صورت میں جائز ہوگا جب وہ کسی صحیح خدمت کے صلے میں یا معاشرے کے مفاد کے لئے حکومتی املاک میں سے جائز اور معروف طریقے پر دیا گیا ہو۔ عطیہ دینے کا حق بھی اسی حکومت کو حاصل ہوگا جو شرعی دستور کے مطابق شوریٰ کے طریقہ کے مطابق چلائی جارہی ہو اور جس کا محاسبہ کرنے کا حق اور آزادی قوم کو حاصل ہو۔ (۱۱۱)

ملک میں مالی بے قاعدگی بیت المال کو غلط طور پر استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس غلط استعمال کا ایک طریقہ یہ ہے کہ خزانہ غیر مستحق لوگوں کے لئے کھول دیا جائے، اس سے ملکی خزانہ کئی پہلوؤں سے منفی طور پر متاثر ہوتا ہے۔ ایک تو غیر مستحق لوگ ملکی خزانے پر ناروا بوجھ بن جاتے ہیں۔ خزانہ غلط طور پر استعمال ہونے لگتا ہے۔ حق دار محروم رہ جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں کو محنت کی بجائے مفت خوری کی عادت پڑ جاتی ہے اور جس ملک کے لوگ محنت سے گریز کرنے لگیں، اس کی معیشت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

اس سلسلے میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں کہ اگر بیت المال سے وہ لوگ وظائف اور مستقل امداد لینا شروع کردیں جو درحقیقت اس کے مستحق نہیں ہوتے تو یہ لوگ حقداروں کا حق مارنے کے مرتکب بھی ہوتے ہیں اور ملکی خزانہ بھی غلط طور پر استعمال ہونے لگتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح کی صورت پیدا ہوجائے تو باشندوں کی اکثریت بادشاہ پر انحصار کرنے لگتی ہے اور بیت المال پر بوجھ بن جاتی ہے۔ غیر مستحق لوگ کبھی یہ کہہ کر وظیفہ حاصل کرتے ہیں کہ وہ غازی ہیں اور ملک کے سیاسی راہنما ہیں۔ وہ کبھی یہ کہہ کر وظائف حاصل کرتے ہیں کہ وہ درباری شاعر ہیں اور بادشاہوں کی درباری شاعروں پر عنایات ہوا ہی کرتی ہیں۔ وہ یہ وظائف کبھی یہ کہہ کر حاصل کرتے ہیں کہ وہ صوفی اور درویش ہیں اور خلیفہ اس بات کو معیوب سمجھتا ہے کہ وہ ان لوگوں کے حالات کی تفتیش کرے کہ کیا یہ حقیقت میں ان وظائف کے مستحق ہیں بھی یا نہیں؟...... ان کا معاشی انحصار صرف بادشاہوں کی مصاحبت، ان کی خوشامدی، جی حضوری اور ان کی مدح میں چرب زبانی پر ہوتا ہے اور آخر کار یہ ایک ایسا فن بن جاتا ہے کہ ان کے تمام خیالات اور فکریں اس برے فن پر صرف ہونے لگتی ہیں اور وقت کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ (۱۱۲)

ملکی خزانے کے غلط استعمال کی ایک شکل سربراہِ مملکت یا سربراہِ حکومت کے مالیاتی اختیارات بھی ہیں۔ ان اختیارات کے تحت سرکاری خزانہ سربراہ کی ذاتی ملکیت کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ خصوصی طور پر ایسی مدات جن کا کوئی آڈٹ نہیں ہوتا یا جنہیں آج کی اصطلاح میں (Unforeseen) مدات کہا جاتا ہے۔ ان مدات میں سے عموماً سیاسی رشوتوں کا کام لیا جاتا ہے۔ پاکستان کے سیاسی ماحول میں تو اس

طرزِ عمل سے عوام بھی آگاہ ہو چکے ہیں کہ سیاسی لوگوں کو ہم نوا بنانے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جاتا۔ یہ بات بالکل بجا ہے کہ قومی اور بین الاقوامی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے تاکہ دوسروں کی بھی حوصلہ افزائی ہو۔ اس سلسلے میں قرنِ اوّل سے شواہد ملتے ہیں کہ ملک وملت کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دینے والوں کی قدرشناسی کی گئی، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر مستحق لوگوں اور سرکاری افسران کے چہیتوں کو بھاری انعامات و وظائف سے نوازا جائے اور ہزاروں حق دار اور اہل لوگوں کی کسی کو خبر بھی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ یہ انعامات ملکی خزانے پر ناروا بوجھ نہ بن جائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ انعامات ملک میں غیر عادلانہ تقسیم دولت کی شکل اختیار نہ کرلیں۔ جن لوگوں پر ملکی خزانہ خرچ کیا جائے، ان کی خدمات ملکی نظریے کے ساتھ مطابقت بھی رکھتی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ جن شعبوں کو اللہ اور اس کا رسولؐ حرام قرار دیں، جن کے انسداد کے احکام دیئے گئے ہوں ہم ان شعبوں میں 'خدمات' سرانجام دینے والوں کو انعامات سے نوازیں۔

اس سلسلے میں کچھ عرصہ قبل لاہور ہائی کورٹ میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ وزیراعظم پاکستان یا صدرِ مملکت یا کسی اعلیٰ عہدیدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خصوصی اختیارات کو کام میں لاتے ہوئے کسی کو پلاٹ یا خصوصی انعامات سے نواز سکے یا نہیں؟ عدالت نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ کسی بڑے سے بڑے عہدیدار کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ بیت المال میں تصرف کرے اور اپنی پسند کے لوگوں کو انعامات سے نوازے۔ جن لوگوں کو حکومت نے اونے پونے داموں پلاٹ فروخت کئے تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان پلاٹوں کی حقیقی قیمت ادا کریں۔ عدالت نے سابق وزراے اعظم اور وزیراعلیٰ کو حکم دیا کہ وہ بیت المال سے رقوم نکلوانے اور سستے داموں پلاٹ فروخت کرنے کے مسئلے کی عدالت میں وضاحت کریں۔ عدالت نے قرار دیا کہ پاکستان بیت المال ایکٹ ۱۹۹۱ء کے تحت بیت المال سے تصرف کے حوالے سے وزیراعظم کے پاس کوئی اختیارات نہیں اور پاکستان بیت المال مینجمنٹ بورڈ اس کے فنڈز کو ایکٹ کے مطابق خرچ کرنے کا مجاز ہے۔ پنجاب ہائی کورٹ کے فاضل جج نے قرار دیا کہ وزارتِ خزانہ بیت المال سے کوئی بھی رقم وزیراعظم سیکرٹریٹ کو منتقل نہیں کرسکتی۔ عدالت نے اس بات کی بھی نشاندہی کی کہ مستحق افراد کی شناخت کے لئے کوئی مناسب منصفانہ اور منظم طریقہ موجود نہیں ہے اور نہ ہی فی کس امداد کے لئے کوئی ضابطہ موجود ہے۔ عدالت کے خیال کے مطابق کسی فردِ واحد کو یہ اختیار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اپنی مرضی سے بیت المال میں تصرف کرے۔ بدعنوانی کے انسداد کے لئے عدالت نے کہا کہ کسی بھی فرد کے پاس کوئی صوابدیدی مالیاتی اختیارات نہیں ہونے چاہئیں۔

حوالہ جات : ۷۱۔مسلم،کتاب الامارۃ، باب غلظ تحریم الغلول (اس جگہ اس موضوع کی چار احادیث موجود ہیں)، جلدسوم،صفحہ۱۴۶۱،حدیث نمبر۱۸۳۱

۷۲۔ابوداؤد،کتاب الجهاد، باب فی تعظیم الغلول، جلدسوم،صفحہ ۶۸، حدیث نمبر۲۷۱۱،(المکتبۃ العصریہ،مصر)

۷۳۔ایضاً،کتاب الجهاد، باب فی الرجل، ینتفع من الغنیمة شیئ جلدسوم،صفحہ۶۷،حدیث نمبر ۲۷۰۸

a-۷۳۔ترمذی،کتاب السیر، باب ماجاء فی الغلول، حدیث نمبر۱۵۷۲

۷۴۔موطاامام مالک، باب ماجاء فی الغلول، جلداول،صفحہ ۳۴۵ ۷۵۔ایضاً،جلداول،صفحہ ۳۴۶

۷۶۔ابوداؤد،کتاب الجهاد، باب النبی عن الستر علی من غل،۳/۷۰،حدیث ۲۷۱۶، (مکتبہ عصریہ،مصر)

۷۷۔ کنزالعمال فی سنن الا قوال والافعال (الخیانة) جلدسوم،صفحہ۴۶۸،حدیث نمبر ۷۴۶۶

۷۸۔ابوداود،کتاب الجهاد، باب عقوبة الغال، جلدسوم،صفحہ۶۹، حدیث نمبر۲۷۱۳۔۲۷۱۵

۷۹۔ایضاً،حدیث نمبر۲۷۱۴ ۸۰۔ایضاً،حدیث نمبر ۲۷۱۵ ۸۱۔ایضاً،......؟

۸۲۔ایضاً، باب فی الغلول اذا کان یسیرا یترکه الامام ولا یحرق رحله ،حدیث نمبر۲۷۱۲

۸۳۔مسلم،کتاب الامارۃ، (حاشیہ مترجم) جلدپنجم،صفحہ۱۲۳

۸۴۔ابوداود، ابن ماجہ،نسائی اور موطا امام مالک میں اس روایت کا ذکر ہے،آپؐ نے فرمایا: "إن صاحبکم قد غل فی سبیل الله" تمہارے ساتھی نے اللہ کے مال میں سے بددیانتی کی ہے۔اس سے واضح ہوا کہ یہ بددیانتی صرف حقوق العباد میں غصب نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کے حقوق میں بھی مداخلت ہے۔روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ جب اس کا سامان کھولا گیا تو اس میں یہودیوں کے چند موتی (منکے) اس میں پائے گئے،ابوداود، کتاب الجہاد، باب فی تعظیم الغلول، جلد سوم،صفحہ ۶۸،حدیث نمبر۲۷۱۰۔۲۷۱۱

۸۵۔ابن قدامہ، المغنی، تحقیق الدکتورعبداللہ بن عبدالمحسن ترکی اورالدکتورعبدالفتاح محمد الحلو:۵۰۴/۳ ۸۶۔؟

۸۷۔ابوداؤد،کتاب الخراج والامارۃ، باب السعایه علی الصدقة، جلدسوم،صفحہ۱۳۲،حدیث نمبر ۲۹۳۷

۸۸۔منذری، الترغیب والترهیب، باب لیستجاب الدعا من کل أحد ال الزانی والعشار:۸۷/۲

a-۸۸۔ایضاً ۸۹۔ایضاً ۹۰۔ایضاً ۹۱۔ابوداؤد،کتاب العرافة، حدیث نمبر۲۹۳۳

۹۲۔ایضاً،حدیث نمبر۲۹۳۴ ۹۳۔الترغیب والترهیب، جلددوم،صفحہ......؟ ۹۴۔ایضاً

۹۵۔محمد شفیع مفتی، معارف القرآن،جلدسوم،صفحہ۱۵۱۔۱۵۲ ۹۶۔جصاص، احکام القرآن

۹۷۔البقرۃ:۱۸۸ ۹۸۔البقرۃ:۱۷۴ ۹۹۔المائدۃ:۴۲

۱۰۰۔ترمذی،کتاب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم، جلدسوم،صفحہ۳۲۲،حدیث ۱۳۳۶

۱۰۱۔قرطبی، جامع لاحکام القرآن ۱۰۲۔ایضاً ۱۰۳۔ایضاً ۱۰۴۔ایضاً ۱۰۵۔ایضاً

۱۰۶۔کنزالعمال، جلدپنجم،صفحہ ۸۲۵،حدیث نمبر ۱۴۴۹۵ ۱۰۷۔موطاامام مالک،کتاب المساقات، جلداول،صفحہ ۵۱۶

۱۰۸۔ابوداؤد،کتاب الخراج ولامارۃ، باب فی کراهیة الافتراض فی آخرالزمان، جلدسوم، صفحہ۱۳۷،حدیث نمبر ۲۹۵۹، (المکتبۃ العصریہ، بیروت) ۱۰۹۔ایضاً

۱۱۰۔ابوداود،کتاب البیوع، باب فی الهدیة لقضاء الحاجة، جلددوم،صفحہ۲۹۱،حدیث نمبر۳۵۴۱

۱۱۱۔مودودیؒ،مولانا اسلامی ریاست،صفحہ۶۱۵،۶۱۶ ۱۱۲۔شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ